اقامتِ دین اور اس کا طریقِ کار: مولانا مودودی کے نقطۂ نظر کا مطالعہ

(*Iqāmat-e-Dīn and its Procedure*: A Study of *Mawdūdī's* Perspective)

حافظ محمد عمران *
ڈاکٹر علی اکبر الازہری **
*** ڈاکٹر محبوب علی شاہ

Abstract

Iqāmat-e-Dīn or Establishment of religion has been a frequently discussed Idea in Islamic literature particularly in the Subcontinent. This paper studies *Mawlānā Mawdūdī's* idea on the subject. It finds *Mawdūdī's* concept quite different from other thinkers. *Mawdūdī* emphasizes the use of Islamic state and power for Islamic ideals, while some other thinkers, reject the centralization of the role of state and emphasize the importance of the individual. Both these ideologies seem to be somewhat exaggerated. The fact is that neither secular ideology nor the idea that the real purpose of religion is politics and government is correct. The work of promulgation of religion in all spheres of life will not be accomplished by force or coercion; it will be done by changing the minds of the people.

Key words: *Mawdūdī, concept, Iqāmat-e-Dīn*

مسلم لٹریچر بالخصوص برصغیر کے گذشتہ صدی کے مذہبی تحریری سرمائے میں اقامتِ دین پر بہت بحث ملتی ہے۔ اس حوالے سے نمایاں شخصیت مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی (1903ء-1979ء) کی ہے۔ آپ نے اپنی تنظیم "جماعت

---

* پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور
** ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور
*** ہیڈ ماسٹر، گورنمنٹ ایلیمنٹری سکول مہتہ جھیڈو، چشتیاں، بہاولنگر

اسلامی" کو اسی نعرے اور مقصد پر استوار کیا اور زندگی بھر اس کے لیے جدوجہد کرتے رہے۔ آپ کا اقامتِ دین کا ایک مخصوص تصور ہے، جس سے بعض دیگر مفکرین اختلاف بھی کرتے رہے ہیں۔ اس مضمون میں مولانا کے تصورِ اقامت دیں کا جائزہ پیش نظر ہے۔

مولانا مودودی کا تصور اقامت دین

دورِ حاضر میں اقامتِ دین کی کوششوں سے متعلق ایک بڑا نام مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی (1903ء-1979ء) کا ہے۔ مولانا مودودی کی جماعت اسلامی ہند کی دفعہ 4 میں جماعت اسلامی کے نصب العین کی تشریح اس طرح کی گئی ہے کہ اقامت دین میں لفظ دین سے مراد وہ دین حق ہے، جسے اللہ رب العالمین نے بذریعہ انبیا مختلف زمانوں اور اوقات کار میں دنیا کے مختلف علاقوں میں بھیجتا رہا اور جس کی تکمیل اور اختتام اپنے آخری نبی حضرت محمد ﷺ کے ذریعے نازل کیا اور اسی کا نام دین اسلام ہے۔ یہ دین انسانی زندگی کے تمام ظاہر و باطن اور اس کی زندگی کے تمام انفرادی و اجتماعی گوشہ ہائے زندگی میں محیط ہے۔ عقائد، عبادات، اخلاقیات، معاملات، معیشت، معاشرت اور سیاست تک انسانی زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جو اس دائرے سے خارج ہو۔ یہ دین جس طرح رضاے الٰہی اور فلاحِ دنیا و آخرت کا ضامن ہے اسی طرح انسانی معاشرے کی تعمیر اسی کے ذریعے ممکن ہے۔ اس دین کی اقامت کا مطلب یہ ہے کہ کہ کسی بھی تفریق و تقسیم کے بغیر اس پورے دین کی مخلصانہ پیروی کی جائے تاکہ فرد کا ارتقا معاشرے کی تعمیر اور ریاست کی تشکیل سب کچھ اسی دین کے مطابق ہو۔[1] اس نصب العین کے حصول کے لئے دستور جماعت دفعہ نمبر 5 میں جو طریقہ کار واضح کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ جماعت اپنے تمام کاموں میں اخلاقی حدود کی پابند ہو گی اور کبھی ایسے طریقے یا ذرائع استعمال نہیں کرے گی جو صداقت و دیانت کے خلاف ہوں یا جن سے فرقہ ورانہ منافرت، معاشرتی انتشار، طبقاتی کشمکش اور فساد فی الارض رونما ہو۔ جماعت اپنے نصب العین کے حصول کے لیے تعمیری اور پر امن طریقے اختیار کرے گی۔ یعنی وہ تبلیغ و تلقین اور اشاعتِ افکار کے ذریعے ذہنوں اور سیرتوں کی اصلاح کرے گی اور اسی طرح ملک کی اجتماعی زندگی میں مطلوبہ انقلاب لانے کے لئے رائے عامہ کی تربیت کرے گی۔[2] مذکورہ دفعات میں خصوصاً اقامت دین کے متعلق درج ذیل باتیں قابل توجہ ہیں: اقامت دین کا مطلب صرف ریاست کی سطح پر اسلامی احکام کا نفاذ نہیں ہے بلکہ پوری زندگی میں اسلام کی پیروی ضروری ہے۔ اس میں بندے کی انفرادی، اجتماعی اور ریاست بھی شامل ہے۔ دین کا قیام زندگی کے تمام گوشوں میں اسے جاری و ساری کرنے کا کام بزور طاقت یا زبردستی کے ذریعے انجام نہیں پائے گا بلکہ لوگوں کی ذہن سازی یا رائے عامہ کی تربیت کے ذریعے انجام پائے گا۔ یہ باتیں اجتماعی مشاورت اور گہرے احساس ذمہ داری کے ساتھ جماعت کے دستور سے بھی واضح ہیں اور ساتھ ہی مولانا مودودی کے افکار میں بھی بڑی وضاحت کے ساتھ ان باتوں کا اعادہ ملتا ہے۔ چنانچہ مولانا مودودی لکھتے ہیں کہ میرا

[1] مرکز جماعت اسلامی ہند، دستور جماعت اسلامی ہند (دہلی: مرکز جماعت اسلامی، 2016)، 7۔

[2] مرکز جماعت اسلامی ہند، دستور جماعت اسلامی ہند، 7۔

مشورہ یہی رہا ہے کہ خواہ آپ کو بھوکا رہنا پڑے، گولیاں کھانا پڑیں، مگر صبر و تحمل کے ساتھ ساتھ کھلم کھلا اعلانیہ طور پر اپنی اصلاحی تحریک کو قانون، ضابطے اور اخلاقی حدود کے اندر چلاتے رہیے۔[3] مولانا مودودی اپنی جدوجہد اور جماعت اسلامی کے قیام کے مقصد کو اقامت دین ہی مراد لیتے ہیں۔ ان کے نزدیک مقصود دراصل اقامت دین ہے اَنۡ اَقِيۡمُوا الدِّيۡنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوۡا فِيۡهِ ، اس کے علاوہ نماز، روزہ، حج اور زکوۃ اس دین کے ارکان ہیں، جن پر دین قائم ہوتا ہے۔ اس لیے ان کو قائم کرنا اقامت دین کے لیے مطلوب ہے، اور جہاد چونکہ دین کو اس پورے نظام کے ساتھ قائم کرنے کا ذریعہ ہے اس لیے وہ بھی اقامت دین ہی کے لئے مطلوب ہے۔[4] دین قائم کرنا یا دین پر قائم رہنا، دونوں کا مطلب یہی ہے کہ زندگی کے تمام شعبوں میں دین کی پیروی کی جائے۔ اس بات کو جاوید صاحب بھی تسلیم کرتے ہیں اور انھوں نے دین پر قائم رہنے کے معنوں میں قانون و شریعت اور جہاد و قتال وغیرہ سارے احکام شمار کیے ہیں، لیکن اس کے ساتھ ان کا کہنا یہ ہے کہ اقیموا کا مطلب صرف دین کے اُس حصے پر عمل تک محدود ہے، جس کا تعلق ہماری ذات سے ہے، اور جن امور کا تعلق ہم سے نہیں ہے ان پر عمل کرانا یا انھیں نافذ کرنے کی جدوجہد کرنا اقیموکے معنی میں شامل نہیں ہے۔ یہ نقطۂ نظر مفسرین کے بیان کیے ہوئے مطالب سے مختلف ہے۔ ہم جب اقامت دین کا لفظ بولتے ہیں تو اس سے ہمارا مطلب محض مسجدوں میں دین قائم کرنا یا مذہبی عقائد اور اخلاقی احکام کی تبلیغ کر دینا نہیں ہوتا بلکہ اس سے ہماری مراد یہ ہوتی ہے کہ گھر اور مسجد، کالج اور منڈی، تھانے و چھاؤنی، عدالتیں اور پارلیمنٹ، سب پر اسی ایک خدا کا دین قائم کیا جائے، جس کو ہم نے اپنا رب اور معبود تصور کیا ہے اور سب کا انتظام اسی ایک رسول ﷺ کی تعلیم کے مطابق چلایا جائے جسے ہم اپنا ہادی ورہنما برحق مان چکے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر مسلمان ہیں تو ہماری ہر چیز کا مسلمان ہونا چاہیے۔ اپنی زندگی کے کسی پہلو کو بھی ہم شیطان کے حوالے نہیں کر سکتے۔ ہمارے ہاں سب کچھ خدا کا ہے، شیطان یا قیصر کا کوئی حصہ نہیں ہے۔[5]

گویا جماعت اسلامی اور مولانا مودودی کے نزدیک اقامت دین کا مطلب صرف حکومت کی تشکیل یا تبدیلی کا نام نہیں ہے بلکہ یہ افراد اور معاشرے کی ہمہ گیر اصلاح کا نام ہے۔ ریاست کی تشکیل کا ہدف اور نفاذ اسلام کا ہدف بھی اس میں شامل ہے۔ اقامت دین کا تصور خالصتاً ریاست کے اقتدار کا حصول اور اس کی اصلاح تک محدود نہیں ہے بلکہ اسلام کی دعوت لوگوں تک پیش کی جائے، لوگ اس کے قائل ہوں گے، مثالی معاشرے کے قیام کے لئے راہ ہموار ہو گی اور رائے عامہ کی تربیت کے نتیجے میں ریاست بھی اسلامی رنگ اختیار کرے گی۔ اقامت دین کا ہدف تب حاصل ہو گا جب دعوت دین اور پر امن طریقے سے رائے عامہ کی تربیت ہو گی۔

---

[3] سید ابوالاعلی مودودی، تصریحات مرتب؛ سلیم منصور خالد (لاہور: اسلامک پبلیکیشنز، س ن)، 257-258-

[4] سید ابوالاعلی مودودی، رسائل و مسائل، 4:363۔

[5] سید ابوالاعلی مودودی، تحریک وکارکن (لاہور: اسلامک پبلیکیشنز، س ن)، 49-50-

اقامتِ دین بذریعہ تجدید اور اس کے مختلف شعبے

دین حق کی اطاعت اور اقامت ایک بہت بڑا نصب العین اور ایک بھاری ذمہ داری ہے۔ ضروری ہے کہ اس نصب العین کا علم اٹھاتے وقت اس کی اس حیثیت کا پورا پورا احساس کر لیا جائے۔ اس نصب العین کی خاطر جدوجہد کی جائے، اس کی بیاد شایانِ شان حد تک گہری اور مستحکم بنائی جانی چاہیے۔ یہی استحکام اس جدوجہد کی کامیابی کی سب سے اہم شرط ہے۔[6] مولانا مودودی کے نزدیک اقامت دین بذریعہ تجدید کے مختلف شعبے ہیں، جو مختصراً یوں ہیں :

اپنے اردگرد ماحول کی صحیح تشخیص: یعنی حالات کا پورا جائزہ لے کر یہ سمجھنا کہ جاہلیت کہاں کہاں کس حد تک سرایت کر گئی ہے، کن کن راستوں سے آئی ہے۔ اس کی جڑیں کہاں کہاں کتنی گہرائی تک پھیل چکی ہیں اور اسلام اس وقت ٹھیک کس حالت میں ہے۔

اصلاح کی تجویز: یہ تعین کرنا کہ اس وقت کہاں ضرب لگائی جائے کہ گرفت ٹوٹے اور اسلام کو پھر اجتماعی زندگی پر گرفت کا موقع ملے۔

خود اپنے حدود کا تعین: اپنے آپ کو تول کر صحیح اندازہ لگانا کہ میں کتنی قوت رکھتا ہوں اور کس راستہ سے اصلاح کرنے پر قادر ہوں۔

ذہنی انقلاب کی کوشش: یعنی لوگوں کے خیالات کو بدلنا، عقائد و افکار اور اخلاقی نقطہ نظر کو اسلام کے سانچے میں ڈھالنا، نظام تعلیم وتربیت کی اصلاح اور علوم اسلامی کا احیا کرنا اور فی الجملہ اسلامی ذہنیت کو از سر نو تازہ کر دینا۔

عملی اصلاح کی کوشش: جاہلی اور غیر اسلامی رسوم کو مٹانا، اخلاق کا تزکیہ کرنا، اتباع سنت و شریعت کے جوش سے پھر لوگوں کو سرشار کر دینا اور ایسے افراد تیار کرنا جو اسلامی طرز کے لیڈر بن سکیں۔

اجتہاد فی الدین: دین کے اصول کلیہ کو سمجھنا، اپنے وقت کے تمدنی حالات اور ارتقائے تمدن کی سمت کا اسلامی نقطہ نظر سے جائزہ لینا اور یہ تعین کرنا کہ اصول شرع کے ماتحت تمدن کے پرانے متوارث نقشے میں کس طرح ردوبدل کیا جائے جس سے شریعت کی روبر قرار رہے، اس کے مقاصد پورے ہوں اور تمدن کے صحیح ارتقا میں اسلامی دنیا کی امامت کر سکے۔

دفاعی جدوجہد: اسلام کو مٹانے اور دبانے والی سیاسی طاقت کا مقابلہ کرنا اور اس کے زور کو توڑ کر اسلام کے لئے ابھرنے کا راستہ پیدا کرنا۔

احیائے نظام اسلامی: جاہلیت کے اقتدار سے جاہلیت کی کنجیاں چھین لینا اور از سر نو حکومت کو عملاً اس نظام پر قائم کرنا جسے صاحب شریعت ﷺ نے خلافت علی منہاج النبوۃ کے نام سے موسوم کیا ہے۔

---

[6] مولانا صدر الدین اصلاحی، اساس دین کی تعمیر (لاہور: اسلامک پبلیکیشنز، 1995ء)، 25-26-

عالمگیر انقلاب کی کوشش: یعنی صرف ایک ایک یا ان ممالک میں جہاں مسلمان پہلے سے موجود ہوں، اسلامی نظام کے قیام پر اکتفانہ کرنا بلکہ ایک ایسی طاقتور عالمگیر تحریک برپا کرنا جس سے اسلام کی اصلاحی و انقلابی دعوت عام انسانوں میں پھیل جائے ،وہی تمام دنیا کی غالب تہذیب بنے ،ساری دنیا کے نظام تمدن میں اسلامی امارت و ریاست اسلام کے ہاتھ میں آجائے۔[7]

اقامت دین کا طریقہ کار

ہر مسلم جماعت نے اپنی دعوتی سرگرمیوں کے لئے کچھ نہ کچھ خاص طریقے اپنائے۔ کیونکہ منزل کے حصول کے لئے راستہ کا چناؤ بہت اہم ہوتا ہے۔ اسی طرح مولانا مودودی کے نزدیک بھی اقامت دین کی دعوت کا ایک خاص راستہ ہے جس کے ذریعے سے انسان اپنے رب کے احکامات کے مطابق زندگی بسر کر سکتا ہے ،اسی ضمن میں لکھتے ہیں :

١۔ ہماری دعوت کا طریقہ قرآن اور انبیاء کے طریقے سے ماخوذ ہے جو لوگ ہماری دعوت کو قبول کرتے ہیں۔ ان سے ہمارا اولین مطالبہ یہی ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو عملاً اور بالکلیہ بندگی رب میں دے دو اور ان تمام چیزوں سے اپنی زندگی کو پاک کرنے کی کوشش کرو جو تمہارے ایمان کی ضد ہے۔

٢۔ جس حق کی روشنی کو ہم نے پایا ہے ،اس سے اپنے قریبی ماحول کو اور ان سب لوگوں کو جن سے ان کی قرابت، دوستی، ہمسائیگی اور لین دین کا تعلق ہے، روشناس کرانے کی کوشش کریں اور انہیں اس کی طرف آنے کی دعوت دیں۔[8] مذکورہ طریقوں کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا مودودی کہتے ہیں کہ: "ہم نے اپنی دعوت اور اس کا طریقہ کار آپ کے سامنے پیش کر دیا ہے۔ اس کو جانچیں اور پرکھیں اور اس پر کڑی سے کڑی تنقید کریں اور دیکھیں کہ ہم کس طرف بلا رہے ہیں اور بلانے کے لئے جو ہم نے ڈھنگ اختیار کیا ہے وہ کہاں تک صحیح ہے، کس حد تک خدا اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات کے مطابق ہے؟ کس حد تک موجودہ انفرادی و اجتماعی امراض کا صحیح علاج ہے اور کس حد تک اس سے توقع کی جا سکتی ہے کہ ہم اپنے آخری مقصود یعنی کلمۃ اللہ کے بلند اور کلمات باطلہ کے پست ہو جانے کو حاصل کر سکتے ہیں؟[9]

اقامت دین میں فرد کا کردار

اقامت دین کے لیے امت مسلمہ کے ہر فرد سے کچھ انفرادی اعمال مطلوب ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

---

[7] سید ابوالاعلیٰ مودودی، تجدید واحیائے دین (لاہور: اسلامک پبلیکیشنز، س ن)، 47-48-

[8] سید ابوالاعلیٰ مودودی، قدم بڑھائے تبدیلی لایئے، (لاہور: اسلامک پبلیکیشنز، 2001ء) 11-13۔

[9] سید ابوالاعلیٰ مودودی، قدم بڑھائے تبدیلی لایئے ،16۔

☆ اپنی شخصیت کی تعمیر کرے، اس کی فکر پختہ اور متوازن ہو، حصول معاش اور کسب حلال پر قادر ہو، اچھے عقیدے، اخلاق اور اعمال کا حامل ہو، ریاکاری سے دوری کو پسند کرتا ہو اور وقت کا قدر دان ہو۔

☆ وہ اپنے معاشرے میں ایک مسلم خاندان کی تشکیل کرے۔ وہ خانگی زندگی کے سارے گوشوں میں اسلامی احکامات و اقدار اور آداب کا پاس و لحاظ رکھنے پر انہیں آمادہ کرے۔ وہ اپنی اولاد اور دیگر ماتحت لوگوں کی اصلاح و تربیت کرنے اور اسلامی اصول و مبادی پر ان کی پرورش کرنے کی تلقین کرے۔

☆ وہ معاشرے کی اصلاح میں اپنا کردار ادا کرے، معاشرے میں موجود افراد کو دعوت خیر، بھلائی کی تلقین اور خیر کے کاموں میں باہم مسابقت کرنے پر حوصلہ افزائی کرے۔

☆ وہ اپنے معاشرے میں موجود ہر اجنبی غیر اسلامی اقتدار سے اپنے وطن کو آزاد کروائے۔ سازشی ٹولے کے خاتمہ کی ہر ممکن کوشش کرے

☆ وہ حکومت کی اصلاح کرے، یہاں تک کہ وہ اسلامی حکومت بن جائے۔ حکومت کے ہر اس فعل و عمل کی مخالفت کرے جو کہ اسلامی اقدار کو پامال کرنے کی کوشش کرے۔

☆ وہ امت مسلمہ کی بین الاقوامی حیثیت کو بحال کرانے میں اپنا کردار ادا کرے۔

☆ اقامت دین کی راہ کو ہموار کرنے کے لئے وہ سارے عالم کی راہبری اور معلمی کا فریضہ سر انجام دے اور وہ دعوت اسلامی کو زمین کے چپے چپے، ہر کونے کونے پر اس طرح پھیلا دے کہ کہیں شرک کا نام تک باقی نہ رہے اور ہر جگہ اطاعت الٰہی کا جان نواز منظر نظر آنے لگے۔

دین کا ہمہ گیر قیام

جب کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص نے اپنی حکومت قائم کی تو اس کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ اس نے اپنی حکومت کے لیے لوگوں کو دعوت دی، بلکہ اس کا مطلب ہوتا ہے کہ اس نے ملک کے لوگوں کو اپنا مطیع بنالیا ہے۔ اسی طرح جب یہ کہا جاتا ہے کہ عدالتیں قائم ہیں تو اس کا مطلب ہوتا ہے کہ انصاف کرنے کے لئے منصف مقرر ہیں۔ وہ مقدمات کی سماعت کر کے فیصلے دے رہے ہیں نہ یہ کہ عدل و انصاف کی خوبیاں بیان کی جارہی ہیں اور لوگ ان کے قائل ہو رہے ہیں۔ جب قرآن کریم میں حکم دیا جاتا ہے کہ نماز قائم کرو۔ تو اس سے مراد نماز کی دعوت و تبلیغ کرنا نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب ہے کہ نماز نہ صرف خود ادا کرو بلکہ ایسا انتظام کرو کہ نماز مسلمانوں میں باقاعدگی کے ساتھ رائج ہو جائے۔ جب انبیا علیم السلام کو دین کے قائم کرنے اور قائم رکھنے کا حکم دیا گیا تو اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ محض وہ خود اس دین پر عمل کریں، اور نہ ہی یہ مطلب تھا کہ دوسروں کو اس دین کی محض تبلیغ کرتے رہیں۔ بلکہ اس کا مطلب یہ تھا کہ اس دین کو قبول کر لیں تو اس سے آگے قدم بڑھا کر پورے کا پورا دین عملاً رائج اور نافذ کریں۔ اس میں شک نہیں ہے کہ دعوت و تبلیغ، اقامت دین کے لیے لازمی اور ابتدائی مرحلہ ہے۔ اس مرحلے کے بعد دوسرا مرحلہ پیش نہیں آسکتا۔ لیکن دعوت و تبلیغ اسلام کا مقصد نہیں

ہے۔ بلکہ مقصد کے حصول کا ایک ذریعہ ہے جب کہ اقامت دین اسلام کا مقصد ہے۔[10] اسلام کی دعوت اگرچہ ہر فرد کو یہی ہے کہ مذکورہ دوصورتوں میں سے دوسری صورت پیدا ہو یا نہ ہو، ہر حال وہ (فرد) توحید ہی کو اپنا دین بنالے اور تمام خطرات ومشکلات کا مقابلہ کرتے ہوئے اللہ کی بندگی کرے۔ لیکن اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اسلام کا آخری مقصد یہی دوسری صورت پیدا کرنا ہے۔ اور تمام انبیا علیم السلام کی کوششوں کا مدعا یہی رہا ہے کہ ایک امت مسلمہ وجود میں آئے جو کفر اور کفار کے غلبے سے آزاد ہو کر من حیث الجماعت، اللہ کے دین کی پیروری کرے۔ کوئی شخص جب تک قرآن وسنت سے ناواقف اور عقل سے بے بہرہ نہ ہو، یہ نہیں کہہ سکتا کہ انبیا علیہم السلام کی سعی وجہد کا مقصود صرف انفرادی ایمان و طاعت ہے، اور اجتماعی زندگی میں دینِ حق کو نافذ و قائم کرنا سرے سے اس کا مقصد ہی نہیں رہا ہی۔[11] ارشاد ربانی ہے :شَرَعَ لَكُمۡ مِّنَ الدِّيۡنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوۡحًا وَّالَّذِىۡۤ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ وَمَا وَصَّيۡنَا بِهٖۤ اِبۡرٰهِيۡمَ وَمُوۡسٰى وَعِيۡسٰۤى اَنۡ اَقِيۡمُوا الدِّيۡنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوۡا فِيۡهِ‌ؕ كَبُرَ عَلَى الۡمُشۡرِكِيۡنَ مَا تَدۡعُوۡهُمۡ اِلَيۡهِ‌ؕ اَللّٰهُ يَجۡتَبِىۡۤ اِلَيۡهِ مَنۡ يَّشَآءُ وَيَهۡدِىۡۤ اِلَيۡهِ مَنۡ يُّنِيۡبُ[12] "اسی نے مقرر فرمایا تمھارے لیے (سعادت دارین سے سرفرازی کے لیے) دین کا وہی طریقہ جس کا حکم وہ (اس سے پہلے حضرت) نوح کو دے چکا ہے، اور جس کی وحی اب ہم آپ کی طرف کر رہے ہیں اور جس کا حکم ہم (اس سے پہلے) ابراہیم موسیٰ اور عیسیٰ کو دے چکے ہیں (اس تاکید کے ساتھ) کہ قائم کرو تم اس دین کو اور اس میں پھوٹ نہیں ڈالنا، بڑی بھاری ہے مشرکوں پر وہ بات جس کی طرف آپ ان کو بلا رہے ہیں اللہ چن لیتا اپنی طرف جس کو چاہتا ہے اور وہ راہ دیتا ہے اپنی طرف اس کو جو رجوع کرتا ہے (اس وحدہ لاشریک کی طرف)۔

"اقیموا الدین" کا مطلب ہے دین کو قائم کرنا یا قائم رکھنا۔ انبیا علیہم السلام، ان دونوں کاموں کے لئے مامور تھے۔ ان کا پہلا فرض ہے کہ جس خطہ میں دین قائم نہیں ہے وہاں اس کو قائم کریں۔ دوسرا فرض یہ ہے کہ جہاں دین قائم ہو جائے یا پہلے سے قائم ہو، وہاں اس کو قائم رکھیں۔ مولانا مودودی کے نزدیک قائم کرنے کا لفظ جب کسی مادی یا جسمانی چیز کے لیے استعمال ہوتا ہے تو اس سے مراد بیٹھے کو اٹھانا ہوتا ہے، مثلاً کسی انسان یا جانور کو اٹھانا۔ یا پڑی ہوئی چیز کو کھڑا کرنا ہوتا ہے، جیسے بانس یا ستون کو قائم کرنا۔ یا کسی چیز کے بکھرے ہوئے اجزا کو جمع کر کے بلند کرنا ہوتا ہے، جیسے کسی خالی زمین میں عمارت قائم کرنا لیکن جو چیزیں مادی نہیں بلکہ معنوی ہوتی ہیں ان کے لیے جب قائم کرنے کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے، تو اس سے مراد اس چیز کی محض تبلیغ کرنا نہیں بلکہ اس پر کماحقہ، عمل در آمد کرنا، اسے رواج دینا اور اسے عملاً نافذ کرنا ہوتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ دعوت و تبلیغ اس کام کا لازمی ابتدائی مرحلہ ہے جس کے بغیر دوسرا مرحلہ پیش نہیں آسکتا۔ لیکن ہر صاحب عقل آدمی

---

[10] سید ابوالاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن، (لاہور: اسلامک پبلیکیشنز، 2007ء) 4: 486-487-

[11] سید ابوالاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن، 4: 487-

[12] الشوریٰ 42:13-

خود دیکھ سکتا ہے کہ اس حکم میں دعوت و تبلیغ کو مقصود کی حیثیت نہیں دی گئی ہے، بلکہ دین قائم کرنے اور قائم رکھنے کو مقصود قرار دیا گیا ہے۔ دعوت و تبلیغ اس مقصد کے حصول کا ذریعہ ضرور ہے، مگر بجائے خود مقصد نہیں ہے، کجا کہ کوئی شخص اسے انبیا کے مشن کا مقصد توحید قرار دے بیٹھے۔[13]

قرآن میں انسانی زندگی کے لئے جس پروگرام کو متعارف کرایا گیا ہے اس پروگرام کے بیشتر حصے پر صرف اسی صورت میں عمل کیا جاسکتا ہے جب اقتدار کی قوت مسلمانوں کے ہاتھ میں ہو۔ خود قرآن کریم نے سورہ نساء آیت نمبر ۱۰۵ میں بیان کیا ہے کہ اِنَّآ اَنۡزَلۡنَآ اِلَيۡكَ الۡكِتٰبَ بِالۡحَـقِّ لِتَحۡكُمَ بَيۡنَ النَّاسِ بِمَاۤ اَرٰٮكَ اللّٰهُ‌ؕ وَلَا تَكُنۡ لِّـلۡخَآٮِٕنِيۡنَ خَصِيۡمًا۔14"اے نبی کریم ﷺ ہم نے کتاب حق کے ساتھ تم پر نازل کی ہے تاکہ تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو اُس روشنی میں جو اللہ نے تمھیں دکھائی ہے) قرآن حکیم میں زکوۃ کی تحصیل و تقسیم کے جو احکام بیان کیے گئے ہیں وہ اپنے پیچھے ایسی حکومت کا تصور رکھتے ہیں جو ایک مقرر قاعدہ کے مطابق زکوۃ وصول کرکے مستحق لوگوں تک پہنچانے کا ذمہ لے۔ اسی طرح سود کو مٹانے کا جو حکم دیا گیا ہے اور سود کے خلاف جو اعلانِ جنگ کیا گیا ہے۔ اس پر عمل بھی صرف اسی صورت میں کیا جاسکتا ہے جب سیاسی اور معاشی نظام پر مسلمان قابض ہوں۔ قاتل سے قصاص لینے کا حکم، چوری کرنے پر ہاتھ کاٹنے کا حکم، زنا اور قذف پر حد جاری کرنے کا حکم وغیرہ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ دین اسلام اپنا غلبہ چاہتا ہے۔ اور کفر کی حکومت کے ماتحت زندگی گزارنے کی نفی کرتا ہے۔[15] حضور اکرم ﷺ نے تبلیغ اور تلوار دونوں سے پورے عرب کو مسخر کیا۔ ایک مکمل حکومت کا نظام ایک مفصل شریعت کے ساتھ قائم کیا۔ اگر آپ ﷺ کے اس پورے کام کو اقامتِ دین کے اُس حکم کی تفسیر نہ مانا جائے جو سورہ شوریٰ کی آیت نمبر ۱۳ (اَن اقیمو الدین) میں تمام انبیا سمیت آپ ﷺ کو دیا گیا ہے، تو پھر اس بات کے مولانا مودودی کے نزدیک دو ہی معنی ہوسکتے ہیں: 1۔ یا تو معاذاللہ حضور ﷺ پر یہ الزام عائد کیا جائے کہ آپ ﷺ کا فرض، محض ایمانیات و اخلاقیات کی دعوت دینا تھا، مگر آپ ﷺ نے اس فرض سے تجاوز کیا اور خود اپنی ذاتی خواہش سے ایک حکومت قائم کر دی اور ایک مفصل قانون بناڈالا۔ 2۔ یا پھر اللہ تعالیٰ پر یہ الزام رکھا جائے کہ وہ سورہ شوریٰ میں مذکورہ بالا اعلان کرنے کے بعد خود اپنی بات سے منحرف ہو گیا۔ اور اُس نے اپنے آخری نبی سے نہ صرف وہ کام

---

[13] سید ابوالاعلی مودودی، تفہیم القرآن، 4: 487-488-

[14] النساء 4:105۔

[15] سید ابوالاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن 4: 491-

لیا جو اُس سورت میں اعلان کردہ "اقامت دین" سے بہت مختلف تھا۔ بلکہ اس کام کی تکمیل پر، اپنے اعلان کے خلاف یہ دوسرا اعلان بھی کر دیا کہ الیوم اکملت لکم دینکم [16] "آج میں نے تمھارے لئے تمھارا دین مکمل کر دیا۔"

شہادتِ حق

مولانا مودودی اپنی کتاب شہادت حق میں فریضہ اقامت دین کی راہ میں جو لوگ رکاوٹ بنتے ہیں ان کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ شہادت حق سے مراد یہ ہے کہ ہر فرد مسلم اگر اپنے قول و عمل کے ذریعے اسلام کی سچی شہادت دے تو خوف و حزن ،ذلت، غلامی و محکومی کے سیاہ بادل چھٹ جائیں گے اور اجتماعی طور پر پوری قوم اپنے گھروں ،خاندانوں اور سوسائٹی میں، تعلیم گاہوں میں، ادب وصحافت میں، اپنے کاروبار میں اور معاشی معاملات میں اپنی انجمنوں اور قومی اداروں میں اور بحیثیت مجموعی اپنی قومی پالیسی عملاً اسے قائم کریں۔ بصورت دیگر دعویٰ خدا کی بندگی کا لیکن حقیقتاً بندگی ہر امام کفر، منبع ضلالت، شیطان اور طاغوت کی کی جارہی ہو تو نہ دنیا درست ہو سکتی ہے نہ آخرت۔ ایسے لوگوں کے لئے منافقت سے تو بہتر ہے کہ اسلام کا لیبل اتار کر کفر اختیار کرلیں تا کہ ان کی دنیا تو امریکہ ،روس اور برطانیہ جیسی ہو جائے۔ [17] ایک جگہ اپنے اس نقطۂ نظر پر زور دیتے ہوئے لکھا کہ خواص تسبیح مصلح لے کر حجروں میں بیٹھ گئے سارا زور نوافل پر ہے۔ ھو حق کے نعرے لگا رہے ہیں۔ قرآن پڑھتے ہیں تو ثواب کی خاطر حدیث تبرکاً پڑھتے ہیں۔ سیرت النبی اور اسوہ صحابہ کا وعظ قصہ گوئی کی خاطر ہے امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور جہاد فی سبیل اللہ کا درس انھیں قرآن و سنت اور سیرت و اسوہ صحابہ میں کہیں نہیں ملتا۔ میں اپنا دین معلوم کرنے کے لئے علما کا محتاج نہیں۔ میرا صرف اتنا فرض ہے کہ جو حق پاؤں اسے حق کہوں اور اس کا کھل کر اظہار کروں اسی میں سے ایک حق یہ ہے کہ صوم ،صلوۃ اور حج و زکوۃ اور ذکر و تسبیح انسان کو اس بڑی عبادت (حکومت الٰہیہ) کے قیام کے لئے مستعد اور تیار کرنے والی تمرینات ہیں۔ [18]

حکومت الٰہیہ کا قیام

جماعت اسلامی کے قیام کا مقصد اقامت دین یعنی حکومت الٰہیہ یا اسلامی نظام کا نفاذ اور اللہ کی رضا اور آخرت کی نجات کے لئے جدوجہد کرنا ہے۔ مولانا مودودی کے نزدیک جو بھی ایسا نظام جو خدا کے نظام کے متبادل کے طور پر سمجھا جا رہا ہے اور اس پر عمل کیا جا رہا ہے وہ اس قابل ہے کہ اسے بدل کر اسلامی نظام نافذ کیا جائے اور اس کی کوشش کی جائے کیونکہ اسلام عالمی اخلاق، سیاست، تمدن، معیشت اور انسانی معاشرے کے ہر فکری و عملی کام میں انقلاب اور اصلاح کی صلاحیت رکھتا ہے جس کے متعلق مولانا مودودی فرماتے ہیں کہ جماعت اسلامی کے پیش نظر پورے نظام زندگی کو بدلنا ہے، اسے دنیا کے

---

[16] المائدہ 3:5۔

[17] سید ابوالاعلیٰ مودودی، شہادت حق، (لاہور: اسلامک پبلیکیشنز، 2004ء)، 21-22-

[18] مولانا محمد یوسف لدھیانوی، اختلاف امت اور صراط مستقیم، (کراچی: مکتبہ لدھیانوی، 1995ء)، 181-188-

اخلاق، سیاست تمدن، معیشت اور معاشرت ہر چیز کو بدل ڈالنا ہے۔ دنیا میں جو نظام حیات خدا سے بغاوت پر قائم ہے ہم اسے بدل کر خدا کی اطاعت پر قائم کرنا چاہتے ہیں۔[19]

ارکان اسلام وہ ہیں جن پر اسلامی زندگی کی عمارت قائم ہوتی ہے اور فرائض اہلِ ایمان وہ مقتضیات ایمان ہیں جنھیں اسلامی زندگی کی تعمیر کے بعد پورا کیا جانا چاہیے۔ ارکان اسلام قائم نہ ہوں تو سرے سے اسلامی زندگی کی عمارت کھڑی ہی نہ ہوگی۔ لیکن اس عمارت کے کھڑے ہو جانے کے بعد اگر مقتضیات ایمان پورے نہ کیے جائیں تو یہ ایسا ہوگا جیسے جنگل میں ایک بے مصرف اور ویران عمارت کھڑی ہے۔ فریضہ اقامتِ دین اسلام کا ستون نہیں ہے بلکہ وہ اسلام کی عمارت تعمیر کرنے کے مقاصد میں سے اہم ترین مقصد ہے اور مزید برآں اسی پر اس عمارت کے استحکام اور اس کی آبادی اور اس کی توسیع کا انحصار ہے۔ اگر اس فرض کو مہمل چھوڑ دیا جائے تو اسلام کی عمارت بتدریج بوسیدہ ہو جائے گی، اور اس میں فسق و کفر کو قدم جمانے کا موقع مل جائے گا، اور اس کے وسیع ہو کر جمیع خلائق کے لیے پناہ گاہ بننے کا تو کوئی امکان ہی نہ ہوگا۔ اس لیے اس کام کو اسلام میں مسلمان کی زندگی کے مقصد کی حیثیت سے بیان کیا گیا ہے۔[20]

یہ کہنا کہ مومن کا نصب العین رضائے الٰہی ہے اور قیام دین کی جدوجہد، دین کا تقاضا تو ہو سکتا ہے نصب العین نہیں ہو سکتا، محض الفاظ اور طرز بیان کا فرق ہے۔ جماعت کے نصب العین کی جو عبارت نقل کی ہے، اس میں رضائے الٰہی اور فلاح آخرت کے حصول کو حقیقی محرک کہا گیا ہے اور اس غرض کے لیے اجتماعی طور پر جس ہدف کی خاطر جدوجہد مطلوب ہے، اُسے نصب العین کہا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اصل محرک اور حتمی ہدف تو رضائے الٰہی ہی ہے۔ لیکن اللہ کی رضا کا حصول ایک خاص قسم کی جدوجہد پر منحصر ہے۔ اس جدوجہد کا نشانہ اور ہدف اقامت دین ہی ہونا چاہیے۔ یہ بات بھی صرف دستور جماعت تک محدود نہیں ہے۔ اب اگر آپ رضائے الٰہی کے حصول کو نصب العین قرار دیں اور اقامت دین کو اس کی ضرورت یا تقاضا کہیں تو الفاظ کی اس تبدیلی سے کوئی عملی فرق واقع نہیں ہوتا۔ اقامت دین اس صورت میں بھی ایک فریضہ کے طور پر باقی رہتا ہے۔

تصورِ اقامت دین دیگر مفکرین کی آرا کی روشنی میں

اگر ہم اقامتِ دین کے تصور کو مختلف مفکرین کی آرا کی روشنی میں دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ مختلف اہلِ علم و نظر نے اسے اپنے اپنے انداز سے بیان کیا ہے۔ علامہ اصفہانی کے نزدیک: **اقامة الشئ توفیه وقال قل یاهل الکتاب لستم علی شئ حتیٰ تقیمو التورة والانجیل ای توفون حقو قها باالعلم ولعم ۔21** "کسی چیز کو قائم کرنے کا مطلب ہے اس کے حقوق اچھی طرح پورے کر دیے جائیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے پیغمبر! کہہ دو اے اہل کتاب! تم کسی اصل پر

[19] سید ابوالاعلیٰ مودودی، ، جماعت اسلامی حکمت عملی اور لائحہ عمل، (لاہور: اسلامک پبلیکیشنز، 2007ء)، 7-

[20] ترجمان القرآن، ماہنامہ، شوال 1376ھ، 23-

[21] امام راغب الاصفہانی، مفردات القرآن، مترجم؛ محمد عبدہ الفلاح فیروزآبادی (لاہور: المکتبۃ القاسمیہ، 1963)، 1: 324۔

نہیں ہو، جب تک کہ تورات اور انجیل کو قائم نہ کر لو۔ یعنی جب تک علمی اور عملی دونوں حیثیتوں سے ان کے حقوق ادا نہ کر دو۔ مولانا وحید الدین خان کے نزدیک اقامت کا مفہوم ہے کسی کام کا حق ادا کرنا، اس کو ٹھیک انجام دینا۔[22] حدیث میں آتا ہے کہ سورۃ المومنون کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: مجھ پر دس آیتیں اتری ہیں جو ان کی اقامت کرے وہ جنت میں جائے گا۔ ان دس آیتوں میں جو احکام دیے گیے ہیں وہ یہ ہیں: نماز میں خشوع اختیار کرنا، لغو سے پرہیز کرنا، زکوۃ پر عامل ہونا، شرمگاہ کی حفاظت کرنا، امت اور عہد کو پورا کرنا، نمازوں کی نگہبانی کرنا۔ ظاہر ہے یہ تمام انفرادی نوعیت کے احکام ہیں، اس لیے ان کو غالب اور نافذ کرنے کا کوئی سوال ہی نہیں۔ یہاں اقامت سے مراد ہے کہ ان کو پوری طرح اختیار کر لیا جائے، ان کو اپنی زندگی میں شامل کر لیا جائے۔ اقامت دین اصل میں دو لفظوں سے مرکب ہے، ایک اقامت اور دوسرا دین۔ دونوں کے معنی و مفہوم الگ الگ ہیں۔23 اقامت کے معنی قائم کرنا، عمل درآمد کرنا، قیام اور نافذ کرنا کے ہیں۔ نماز کی اقامت یہ ہو گی کہ اسے اس کے تمام ظاہری آداب و شرائط اور سارے باطنی محاسن کے ساتھ ادا کیا جاتا رہے۔ اس طرح نماز کا جو مقصد ہے وہ حاصل ہوتا رہے۔ لہذا دین کی اقامت یہ ہوئی کہ اس کے ماننے والے علمی اور عملی دونوں حیثیتوں سے اس کے ماننے کا حق ادا کر دیں۔24 جب کہ دین سے مراد طریق زندگی یا طرز و فکر و عمل ہے، جس کی پیروی کی جائے۔25

احادیث مبارکہ اور مختلف قرائن بتاتے ہیں کہ آئندہ دور اسلام کے غلبہ کا دور ہو گا۔ اس خواب کو شرمندہ تعبیر کرنے کے لیے امت مسلمہ کو ایک ایسے اجتماعی شعور کی ضرورت ہے، جو ان پر واضح کر دے کہ کسی بھی نبی کے دنیا سے پردہ فرما جانے کے بعد دین اسلام کے لحاظ سے جو ذمہ داری نبی کے سپرد کی جاتی ہے، وہی خود بخود اس امت پر منتقل ہو جاتی ہے۔ آپ ﷺ سے قبل سابقہ انبیاے کرام پر غلبہ اسلام اور اسلامی ریاست کے قیام کی براہ راست ذمہ داری قرآن میں کہیں بیان نہیں ہوئی، جب کہ آپ ﷺ کی دو ذمہ داریاں واضح طور پر بیان ہوئی ہیں: 1۔ ابلاغِ دین 2۔ اقامتِ دین۔ لہذا امت کی بھی یہی دو ذمہ داریاں ہیں۔ سید ابو الحسن علی ندوی کے بقول ہم خدا کے لیے ہیں اور دنیا ہمارے لیے اور ہم اس زمین کے متولی و ٹرسٹی ہیں اور یہ ذمہ داری کانٹوں بھرا راستہ ہے، جس کے ذریعے ظلم میں گھری انسانیت کی مشکلات کو حل کیا جا سکتا ہے۔ لوگوں نے اندر کی روح کے بگاڑ کی اصلاح کی بجائے ظاہری کلچر و تہذیب کی اصلاح کو اپنا ہدف قرار دیا ہے،

---

[22] مولانا وحید الدین خان، تعبیر کی غلطی، (نئی دہلی: مکتبہ الرسالہ 1995ء)، 219۔

[23] مولانا صدر الدین اصلاحی، فریضہ اقامت دین (لاہور: اسلامک پبلیکیشنز، س ن)، 13۔

[24] مولانا صدر الدین اصلاحی، فریضہ اقامت دین، 13۔

[25] سید ابو الاعلی مودودی، اسلامی نظام زندگی اور اس کے بنیادی تصورات (لاہور: اسلامک پبلیکیشنز، 2007ء)، 94۔

جب کہ کلچر یعنی ظاہر کی اصلاح مدار نجات نہیں بلکہ مذہب مدار نجات ہے، جو مقاصد عطا کرتا ہے۔ انسانیت کی ناکامی دراصل انھی مقاصد سے روگردانی ہے۔[26]

ڈاکٹر اسرار احمد کے مطابق انفرادی توحید سے مراد یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کا بندہ بن جائے۔ اس کے لیے اپنی زندگی اور پرستش کو خالص کرتے ہوئے۔ پھر عملی توحید کی طرف پیش رفت کا پہلا مرحلہ ہے دعوت الی اللہ۔ توحید کی طرف لوگوں کو پکارنا اور بلانا۔ اس امر کی جان ومال کے ساتھ جدوجہد کہ اجتماعی زندگی اور نظام پر بھی اللہ تعالیٰ کا سکہ رواں ہو جائے۔ یہ ہے اقامت دین کو بالفعل قائم اور نافذ کرنا۔[27] مولانا اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں: نہ وہ سیکولر نظریہ درست ہے کہ سیاست وحکومت میں دین کا کوئی عمل دخل نہیں ہونا چاہیے اور نہ یہ خیال صحیح ہے کہ دین کا اصلی مقصد سیاست وحکومت ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ دین کا اصلی مقصد بندے کا اپنے اللہ سے تعلق قائم کرنا ہے، جس کا مظاہرہ عبادات واطاعات کے ذریعے ہوتا ہے۔ سیاست وحکومت بھی اسی مقصد کی تحصیل کا ایک ذریعہ ہے، جو نہ بجائے خود مقصد ہے اور نہ اقامت دین کا مقصد اس پر موقوف ہے، بلکہ حصول مقاصد کے وسائل میں سے ایک وسیلہ ہے۔ لہٰذا اسلام میں وہی سیاست وحکومت مطلوب ہے جو اس مقصد میں ممد ومعاون ہو، اس کے برعکس جو سیاست اس مقصد کو پورا کرنے کی بجائے دین کے اصل مقصد میں کتر بیونت کرکے انھیں مجروح کرے، وہ اسلامی سیاست نہیں خواہ اس کا نام اسلام رکھ دیا گیا ہے۔[28]

مولانا وحید الدین خان شریعت کے نفاذ اور اقامت دین کے نفاذ کے لئے نعرہ لگانے والوں کے متعلق تبصرہ کرتے ہیں کہ موجودہ زمانے میں انقلاب پسند مسلمانوں کا ایک عمومی نعرہ وہ ہے جس کو شریعت محمدی کا نفاذ کہا جاتا ہے۔ یہ بلاشبہ ایک خود ساختہ نعرہ ہے۔ اس کی تائید قرآن وحدیث سے نہیں ہوتی۔ اس کے برحق ہونے کے لئے ضروری ہے کہ قرآن اور حدیث میں کوئی حکم اس طرح کے الفاظ میں آیا ہو (شریعت محمدیؐ کو نافذ کرو) اور جب قرآن وحدیث میں کوئی اس طرح کا حکم نہ آیا ہو تو اس کی بنیاد پر سیاست چلانا بلاشبہ ایک مبتدعانہ سیاست ہے وہ کوئی اسلامی کام نہیں۔ نفاذ شریعت کا تصور کوئی سادہ تصور نہیں۔ یہ اسلام کے اندر ایک بہت بڑی برائی داخل کرنے کے ہم معنی ہے۔ اس تصور نے اسلام کو بزور نفاذ کا موضوع بنا دیا ہے۔ حالانکہ اسلام اپنی حقیقت کے اعتبار سے وہ تخریب کاری ہے اور صرف تخریب کاری۔"[29] جبکہ پیر کرم شاہ الازہریؒ کے نزدیک دین کو مکمل نافذ کرنا ہی اقامت دین ہے، اسی ضمن میں لکھتے ہیں: "صرف زبانی دعوت دینا اور اس دعوت کے محاسن کو بیان کرتے رہنا ہی انبیاء کا فریضہ نہ تھا، بلکہ ان کی ذمہ داری یہ تھی کہ جہاں یہ نظام حیات رائج نہیں

---

[26] ابوالحسن علی ندوی، العرب والاسلام (بیروت: منشورات الکتب الاسلامی، س۔ن) 83-85۔

[27] ڈاکٹر اسرار احمد، توحید عملی اخلاص فی العبادات اور اقامت دین کی اہمیت وفرضیت: سورۃ زمر تا شوریٰ کی روشنی میں (لاہور: مرکزی مکتبہ تنظیم اسلامی، 1985ء)، 44۔

[28] مولانا اشرف علی تھانوی، اسلام اور سیاست، (ملتان: ادارہ تالیفات اشرفیہ، 1427ھ)، 22۔

[29] الرسالہ، ماہنامہ، اکتوبر 2009ء، 29-

وہاں اسے رائج کیا جائے اور جہاں یہ رائج ہے وہاں یہ اہتمام کیا جائے کہ یہ رواج پذیر رہے اور امت محمدیہ ﷺ کو منجانب اللہ یہ حکم دیا گیا کہ وہ اپنے آراء واہوا کا اتباع کر کے اپنی جمعیت کو انتشار کا شکار نہ بنا دیں اور ایک امت کو متعدد فرقوں میں بانٹ کر بے وقار نہ کر دیں کیونکہ اگر انہوں نے اپنی وحدت اور یکجہتی کو فرقہ بازی کی نذر کر دیا تو پھر اقامت دین کے فریضہ سے عہدہ برآن نہ ہو سکیں گے۔[30] جماعت اسلامی کے قیام کا مقصد دستور جماعت اسلامی کے آغاز میں یوں تحریر کیا گیا ہے "اقامت دین یعنی حکومت الہیہ یا اسلامی نظام کا نفاذ اور اللہ کی رضا اور آخرت کی نجات کے لئے جدوجہد کرنا۔[31] مولانا ابو الحسن ندوی کے نزدیک جماعت اسلامی نے حکومت الہیہ کو اقامت دین کے مترادف قرار دے دیا ہے:" جماعت اسلامی کے پاس صرف حکومت کے قیام اور قوت اقتدار کے حصول کا نعرہ ہے اور اس میں بھی مخلص نہیں جبکہ حکومت الہیہ اقامت دین کا جزو ہے کل اقامت دین نہیں۔[32] مولانا امین احسن اصلاحی اکثر اسلامی ملکوں میں موجودہ طرز حکمرانی کے بارے میں اپنا شرعی نقطہ نظر بیان کرتے ہیں کہ اگر حکومت کا آئین، نظام عدالت و قضا اور لین دین کے معاملات اسلامی طرز پر انجام پا رہے ہوں۔ تہذیب و معاشرت میں غالب رنگ اسلام کا ہو، مگر طبقہ اقتدار میں دیانت و تقویٰ نہ ہو تو ایسی حکومت کا کوئی کام شرعی حجت و نظائر اسلامی شمار نہ ہو گا۔ ان کی اطاعت کے خلاف دل میں کراہیت کا ہونا عین ایمان ہو گا۔ ان کے خلاف شرع امور کی انفرادی اور عوامی رائے عامہ کی تنقید وسیاسی دباؤ کے ذریعے اصلاح کی جائے گی مگر ان کے خلاف خروج بایں معنیٰ کہ تلوار اٹھائی جائے فساد فی الارض شمار ہو گا۔[33]

تصورِ اقامتِ دین کا جائزہ

اقامت دین پر مختلف رائے مذکور ہیں۔ اقامت دین نہ تو کوئی دینی اصطلاح ہے اور نہ یہ کوئی مختلف فیہ مسئلہ ہے۔ عصر حاضر میں مولانا مودودی نے جو اقامت دین کا نقطہ نظر پیش کیا ہے وہ قدرے مختلف ہے جس میں وہ اسلامی ریاست اور اقتدار کو اسلامی مقاصد کے لئے استعمال کرنے پر زور دیتے ہیں جبکہ کچھ مفکرین ریاستی کردار کی مرکزیت کو رد کر کے فرد کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہیں۔ یہ دونوں نظریات کسی حد تک مبالغے اور افراط و تفریط کا شکار دکھائی دیتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ نہ وہ سیکولر نظریہ درست ہے اور نہ یہ خیال صحیح ہے کہ دین کا اصلی مقصد سیاست و حکومت ہے۔ دراصل دین کا اصلی مقصد بندے کا اپنے اللہ سے تعلق قائم کرنا ہے، جس کا مظاہرہ عبادات و اطاعات کے ذریعے ہوتا ہے۔ سیاست و حکومت بھی اسی مقصد کی تحصیل کا ایک ذریعہ ہے، جو نہ بجائے خود مقصد ہے اور نہ اقامت دین کا مقصد اس پر موقوف ہے۔ لہذا اسلام میں

---

[30] پیر محمد کرم شاہ الازہری، تفسیر ضیاء القرآن (لاہور: ضیاء القرآن پبلیکیشنز1995ء)4: 368-376-

[31] خلیل احمد الحامدی، دستور الجماعۃ الاسلامیہ (لاہور، دار العروبہ، 1982ء)،7-

[32] ابن جنید قاسمی، مولانا علی میاں اور مولانا مودودی (دہلی: ادارہ شہادت حق، 1981ء)،34-

[33] مولانا امین احسن اصلاحی، اسلامی ریاست اطاعت کی حدود (لاہور: مکتبہ جماعت اسلامی،1950ء)،18-

وہی سیاست و حکومت مطلوب ہے جو اس مقصد میں مدد گار ہو۔ اسی طرح اقامت دین سے مراد انفرادی و اجتماعی زندگی کے شعبوں میں دینی تعلیمات پر عمل پیرا ہونا ہے کیونکہ انفرادی اور اجتماعی زندگی کے تمام شعبوں میں اسلامی تعلیمات پر عمل ایمان کا لازمی، منطقی اور فطری تقاضا ہے۔ اقامت دین کے سلسلے میں قائم ہونے والی جماعتوں کے لئے ضروری ہے کہ ہم عصر دیگر جماعتوں کے ساتھ تعاون کریں، باہم لڑائی جھگڑے سے اجتناب کریں۔ اور دوسروں کی کاوشوں کا اعتراف کریں۔ استقامت کے ساتھ اقامت دین کی مہم کی تکمیل تک جدوجہد جاری رکھیں۔ ذاتی مفاد کو چھوڑ کر اجتماعی، قومی و ملی سطح پر متحد ہو کر اپنی تمام توانائیاں اس مقصد کے حصول کے لئے سرف کر دیں۔

نتیجہ بحث

مولانا مودودی حکومت الہیہ کو اقامت دین کے مترادف سمجھتے ہیں جبکہ حکومت الہیہ اقامت دین کا جزو ہے، کل اقامت دین نہیں۔ مولانا مودودی نے جو اقامت دین کا نقطہ نظر پیش کیا ہے، وہ دیگر مفکرین سے قدرے مختلف ہے جس میں وہ اسلامی ریاست اور اقتدار کو اسلامی مقاصد کے لئے استعمال کرنے پر زور دیتے ہیں، جب کہ کچھ مفکرین مولانا مودودی کے برعکس ریاستی کردار کی مرکزیت کو رد کر کے فرد کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہیں۔ یہ دونوں نظریات کسی حد تک مبالغے اور افراط و تفریط کا شکار دکھائی دیتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ نہ وہ سیکولر نظریہ درست ہے اور نہ یہ خیال صحیح ہے کہ دین کا اصلی مقصد سیاست و حکومت ہے۔ دین کا قیام زندگی کے تمام گوشوں میں اسے جاری و ساری کرنے کا کام بزور طاقت یا زبردستی کے ذریعے انجام نہیں پائے گا بلکہ لوگوں کی ذہن سازی یا رائے عامہ کی تربیت کے ذریعے انجام پائے گا۔ اقامت دین کا ہدف تب حاصل ہو گا جب دعوت دین اور پر امن طریقے سے رائے عامہ کی تربیت ہو گی۔